من جملتها هذا الإلهام، أعنى " :يَا عِيسٰى إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِـنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ". وإن اللّٰه قد سمّانى فى هذا **عيسٰى**، ومِن جملتها إلهام آخر خاطبنى ربى فيه وقال: إنى خلقتُك من جوهر عيسٰى، وإنك وعيسى من جوهر واحد، وكشيء واحد ومِن جملتها إلهام سمّى فيه كلَّ من خالفنى من العلماء "اليهود والنصارى". ثم ما أُلهمتُ إلى عشر سنة بمثل هذه الإلهامات، وما كنت أدرى أنى أُؤمر بعد هذه المدة الطويلة وأُسمَّى **مسيحًا موعودًا** من اللّٰه تعالى، بل كنتُ خِلْتُ أن المسيح نازل من السماء كما هو مركوز فى مدارك القوم، ولكنى كنت أقول فى نفسى تعجبا: إن اللّٰه لِم سمّانى عيسى ابن مريم فى إلهامه المتواتر المتتابع، ولِم قال إنك وإنه من جوهر واحد، ولِم سمّى المخالفين "اليهود والنصارى" ؟ فظهرت علىَّ معانى تلك الإلهامات والإشارات بعد

بقية الحاشية

وعن ابن مسعود لا يأتى مائة سنة وعلى الأرض نفسٌ منفوسة اليوم. رواه مسلم، وهكذا ذكر **البخارى** فى صحيحه، والمضمون واحد لا حاجة إلى الإعادة. فوجب من هذا على كل مؤمن أن يؤمن بموت الدجّال بعد المائة من زمان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، وإلا فكيف يمكن التخلف فيما قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بوحى من اللّٰه تعالى مؤكّدًا بقسمه؟ والقَسم يدل على أن الخبر محمول على الظاهر لا تأويل فيه ولا استثناء، وإلا فأى فائدة كانت فى ذكر القَسم؟ فتدبَّرْ كالمفتّشين المحقّقين. وأما تطبيق هٰذين الحديثين فلا يمكن إلا بعد تأويل حديث الدجّال وجعلِه من قبيل الاستعارات، فنقول إن حديث خروج الدجّال يدل على خروج طائفة الكذّابين فى آخر الزمان من قوم النصارىٰ، وفى الحديث إشارة إلى أنهم يُشابهون آباءهم المتقدمين فى مكرهم وخديعتهم وأنواع فتنهم وحرصهم على إضلال الناس كأنهم هم، إلّا أن آباءهم كانوا مقيَّدين بالسلاسل والأغلال، ولكن هؤلاء يخرجون من ذلك السجن، ويضع اللّٰه عنهم أغلالهم، فيعيثون يمينا وشمالا ويفسدون فى الأرض،

Hamamatul-Bushra-Urdu.pdf - Adobe Acrobat Pro DC

File Edit View Window Help

Home Tools Hamamatul-Bushra... × Abdullah

55 / 378 77.4%

OTTO - Logo | جوابات قسیم | darulifta-deo | حیات عیسیٰ | بڑا کر کے پڑھیں

Not secure | http://hawalajaat.ahmadimuslim.de/wp-includ...

بڑا کر کے پڑھنے کے لیے یہاں کلک کریں

Page: 192

بل هم يأمرون تحكّمًا ويقولون ظلمًا ان الأحاديث بجميع صورها الظنّية والشكّية أحقّ قبولًا من القرآن وحاكمة عليه. وإن هو إلا ظلم وزور تكاد السماوات يتفطّرن منه. ولا يوجد في القرآن وحديث رسول الله صلى الله عليه وسلم إيماء إلى ذلك، ولا إيماء إلى هذه البهتانات، بل الصحابة كانوا يقدّمون القرآن في كل حال ولا يتركونه لأثر من الآحاد☆.

بلکہ وہ تو جبر اور ظلم سے حکم دیتے ہیں کہ احادیث اپنی سب ظنی اور شکی صورتوں کے ساتھ قرآن کی نسبت قبول کرنے کے زیادہ لائق ہیں اور وہ قرآن پر حاکم ہیں اور یہ ایسا ظلم اور جھوٹ ہے کہ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ جائیں اور قرآن اور حدیث میں ان بہتانوں کی طرف کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا۔ بلکہ صحابہ ہر حالت میں قرآن کو مقدم کرتے تھے اور کسی ایسی حدیث سے اس کو ترک نہ کرتے تھے جو احاد☆ کی قسم سے ہے۔

بقية الحاشية - ولكنّ هؤلاء يخرجون من ذلك السجن، ويضع الله عنهم أغلالهم، فيعيثون يمينًا وشمالًا ويفسدون في الأرض، وكان خروجهم بلاءً عظيمًا لأهل الأرض. فكما أن تميمًا رأى الدجال في زمان النبي صلى الله عليه وسلم بالرؤية الكشفية الصادقة التي كانت من قبيل عالم المثال.. محصورة يده إلى عنقه ما بين ركبتيه إلى كعبيه بالحديد في الدير، فكذلك كانت النصارى في زمن إقبال الإسلام مقهورين مغلوبين غُلّت أيديهم قاعدين في الدير، ثم أخرجوا بعد المائتين والألف ووضع الله عنهم الأغلال والسلاسل، (۱۵)

بقیہ حاشیہ۔ لیکن قیدوں سے نکل آتے ہیں اور خدا نے ان کے طوقوں کو دور کر دیا ہے اور وہ نکلنے کے بعد دائیں بائیں پھریں گے اور زمین میں فساد کریں گے اور ان کا خروج مخلوق کے لئے بلاء عظیم ہوگا۔ پس جس طرح کہ تمیم داری نے آنحضرت کے زمانہ میں سچے اور کشفی رؤیا میں دجال کو دیکھا تھا جو عالم مثال کی قسم سے تھا کہ اس کے ہاتھ شانوں تک بندھے ہوئے دونوں گھٹنوں اور ٹخنوں کے درمیان زنجیر سے جکڑا ہوا معبد میں پڑا ہوا ہے نصاریٰ کی حالت بھی اسلام کے اقبال کے زمانہ میں ایسی تھی کہ وہ مغلوب اور مقہور اور دست و پابستہ اپنے گرجاؤں میں بیٹھے ہوئے تھے پھر بارھویں صدی کے بعد وہ نکالے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی زنجیریں اور طوق اتار دیے

☆ انظروا أحاديث معاذ الذي فيه وصيّة رسول الله صلى الله عليه وسلم لمعاذ. منه

☆ معاذ کی اس حدیث پر بھی غور کرو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے۔ منہ

من جملتها هذا الإلهام، أعني: "يا عيسى إنّي متوفّيك ورافعك إليّ ومطهّرك من الذين كفروا وجاعل الذين اتّبعوك فوق الذين كفروا إلى يوم القيامة". وإن الله قد سمّاني في هذا عيسى، ومن جملتها إلهام آخر خاطبني ربي فيه وقال: (۱۴)
إني خلقتك من جوهر عيسى، وإنك وعيسى من جوهر واحد، وكشيء واحد ومن جملتها إلهام سمّى فيه كلّ من خالفني من العلماء اليهود والنصارى. ثم ما أُلهمتُ إلى عشر سنة بمثل هذه الإلهامات، وما كنت أدري أني أُومر بعد هذه المدة الطويلة وأُسمّى مسيحا موعودا من الله تعالى، بل كنت ظننت أن المسيح نازل من السماء كما هو مركوز في مدارك القوم، ولكني كنت أقول في نفسي تعجبا: إن الله لم سمّاني عيسى ابن مريم في إلهامه المتواتر المتتابع، ولم قال إنك وإنه من جوهر واحد، ولم سمّى المخالفين اليهود والنصارى؟ فظهرت عليّ معاني تلك الإلهامات والإشارات بعد

بقية الحاشية

وعن ابن مسعود لا يأتي مائة سنة وعلى الأرض نفسٌ منفوسة اليوم. رواه مسلم، وهكذا ذكر البخاري في صحيحه، والمضمون واحد لا حاجة إلى الإعادة. فوجب من هذا على كل مؤمن أن يؤمن بموت الدجّال بعد المائة من زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم، وإلا فكيف يمكن التخلف فيما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بوحي من الله تعالى مؤكدا بقسمه؟ والقسم يدل على أن الخبر محمول على الظاهر لا تأويل فيه ولا استثناء، وإلا فأي فائدة كانت في ذكر القسم؟ فتدبّر كالمفتشين المحققين. وأما تطبيق هذين الحديثين فلا يمكن إلا بعد تأويل حديث الدجّال وحمله من قبيل الاستعارات، فنقول إن حديث خروج الدجّال يدل على خروج طائفة الكذّابين في آخر الزمان من قوم النصارى، وفي الحديث إشارة إلى أنهم يشابهون آباءهم المتقدمين في مكرهم وخدعهم وأنواع فتنهم وحرصهم على إضلال الناس كأنهم هم، إلا أن آباءهم كانوا مقيّدين بالسلاسل والأغلال، ولكنّ هؤلاء يخرجون (۱۵)
من ذلك السجن، ويضع الله عنهم أغلالهم، فيعيثون يمينا وشمالا ويفسدون في الأرض،

ثم ذهلت هذه الطائفةُ تلك الضابطةَ المباركة كأنهم لا يعلمون شيئا وكأنهم من الجاهلين. وَإني أرَى أنهم لا يعتقدون بأن القرآن كلام حيٌّ، وإمام صادق ومهيمنٌ، و معيارٌ كامل، بل يحقرونه ويضعونه تحت أقدام الأحاديث، ويجعلون الأحاديث قاضية عليها من قبل أن يُفتّشوا الآثار حق تفتيشها، ويُثبتِوا موازنة القطعيات بالقطعيات.

پھر یہ گروہ اس مبارک ضابطہ کو ایسے بھولے کو یا وہ اس سے بے علم اور جاہل تھے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ قرآن کو زندہ کلام اور سچا امام اور حق کا نگہبان اور معیار کامل نہیں جانتے بلکہ اس کی حقارت کرتے ہیں اور حدیثوں کے ﴿۱۲﴾ قدموں کے نیچے ڈالتے ہیں اور احادیث کو قرآن پر قاضی مقرر کرتے ہیں اس سے پہلے کہ وہ اس کی تفتیش کر لیتے [جیسا کہ تفتیش کا حق تھا] اور قطعیات کا قطعیات سے موازنہ کر لیتے

بقية الحاشية ـ فوجب من هذا على كل مؤمن أن يؤمن بموت الدجّال بعد المائة من زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم، وإلا فكيف يمكن التخلف فيما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بوحي من الله تعالى مؤكدًا بقَسمه؟ والقَسم يدل على أن الخبر محمول على الظاهر لا تأويل فيه ولا استثناء ، وإلا فأي فائدة كانت في ذكر القَسم؟ فتدبَّرْ كالمفتّشين المحقّقين. وأما تطبيق هذين الحديثين فلا يمكن إلّا بعد تأويل حديث الدجّال وجعلِه من قبيل الاستعارات، فنقول إن حديث خروج الدجّال يدلّ على خروج طائفة الكذّابين في آخر الزمان من قوم النصارىٰ، وفي الحديث إشارة إلى أنهم يُشابهون آباء هم المتقدمين في مكرهم وخديعتهم وأنواع فتنهم وحرصهم على إضلال الناس كأنهم هم، إلّا أن آباء هم كانوا مقيَّدين بالسلاسل والأغلال،

بقیہ حاشیہ۔ پس اس سے ہر ایک مومن پر لازم ہے کہ وہ اس پر ایمان لاوے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ کے بعد صدی کے اندر اندر دجال ضرور مر گیا ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ کے ایسے ارشاد کا کب خلاف ہو سکتا ہے جو وحی الٰہی سے اور مؤکد بہ حلف ہو۔ اور قسم صاف بتاتی ہے کہ یہ خبر ظاہری معنوں پر محمول ہے نہ اس میں کوئی تاویل ہے اور نہ استثناء ہے ورنہ قسم میں کون سا فائدہ ہے۔ پس محققوں اور تفتیش کرنے والوں کی طرح خوب سوچ سمجھ لے اور ان دو حدیثوں میں بجز اس کے تطبیق ممکن ہی نہیں کہ دجال والی حدیث کو از قسم استعارات قرار دے کر اس میں تاویل کی جاوے [پس ہم کہتے ہیں] کہ خروج دجال کی حدیث نصاریٰ کے ایک کذاب گروہ کے اخیر زمانہ میں نکلنے پر دلالت کرتی ہے اور حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دھوکوں اور فریبوں اور قسم قسم کے فتنوں اور لوگوں کے گمراہ کرنے کی حرص میں وہ اپنے آباء واجداد کے ایسے مشابہ ہوں گے کہ گویا یہ اب وہی ہیں جو طوقوں اور زنجیروں میں مقید تھے

ویرضی لہ أن یتبع احاد الآثار ویترك بیّنات القرآن، ویؤثر الشك علی الیقین، ویختار الجهل بعد ما كان من العارفین.

اور اپنے لئے پسند کرے کہ اُن آثار کا متبع ہو کر جو احاد ہیں قرآن کے بیّنات کو ترک کرے اور شک کو یقین پر ترجیح دے اور عارف ہونے کے بعد جہالت کو اختیار کرے۔

بقیة الحاشیة۔ فأوّلتُ أن الرفعة لنا فی الدنیا والعافیة فی الآخرة، وأن دیننا قد طاب. ومنها ما جاء فی حدیث أبی موسیٰ قال قال رسول اللہ ﷺ رأیتُ فی رؤیای أنی هزّزتُ سیفًا فانقطع صدره، فإذا هو ما أُصیبَ من المؤمنین یوم أُحد، ثم هزّزتُه أخریٰ فعادَ أحسنَ ما كان، فإذا هو ما جاء اللہ به من الفتح واجتماع المؤمنین. فانظر كیف رأی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الكیفیات الروحانیة فی الصور الجسمانیة. ولا یخفی علیك أن رؤیا الأنبیاء وحیٌ، فثبت من ههنا أن وحی الأنبیاء قد یكون من نوع المجاز والاستعارة، وقد أوّلَ رسولُ اللہ ﷺ مثل ذلك الوحی، وتأویلاته كثیرة كما فی رؤیة سِوار الذهب والقمیص والبقر وغیرها من الرؤیا التی هی مشهورة فی القوم، فلا حاجة إلی أن نقصّ علیك. وقد رأی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی رؤیا أخری الدجّالَ المسیح واضعًا یدیه علی منكبَی رجلین یطوف بالبیت. فلو حملْنا تلك الوحی علی الظاهر لوجب أن یكون الدجّال مسلمًا مؤمنًا لأن الطواف من شعائر المسلمین. ثم إن هذه الأحادیث تدلّ علی أن الدجال كان موجودا فی زمان النبی صلی اللہ علیه وسلم وقد رآه تمیم الداری،

بقیہ حاشیہ۔ تو میں نے تعبیر کی کہ دنیا میں ہمارے لئے رفعت ہے اور آخرت میں عافیت ہے اور ہمارا دین طیّب ہو گیا ہے۔ اور منجملہ اُن کے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث ہے اُس نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں نے تلوار نکالی ہے اور اس کی دھار ٹوٹ گئی ہے تو اُس کی تعبیر وہ مومن ہیں جو اُحد کے دن شہید ہوئے۔ پھر میں نے دوبارہ نکالی تو پہلے کی بہ نسبت بہت عمدہ ہو گئی تو اس کی تعبیر فتح اور مومنوں کا اجتماع تھا۔ پس دیکھ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معانی روحانیہ کو کیسا جسمانی صُور میں دیکھا ہے اور تجھ پر مخفی نہیں ہے کہ انبیاء کی خوابیں وحی ہوتی ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ انبیا کی وحی کبھی مجاز اور استعارہ کی قسم سے ہوتی ہے اور اس وحی کی تاویل کی مانند آنحضرتؐ کی اور بہت سی تاویلیں ہیں کہ سونے کے کنگنوں اور قمیص اور گائے وغیرہ کو خواب میں دیکھا اور یہ خوابیں قوم میں مشہور ہیں تمہارے آگے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور خواب میں دجال کو دیکھا کہ دو شخصوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرتا ہے۔ پس اگر (اس) وحی کو ہم ظاہر پر محمول کریں تو لازم آوے گا کہ دجال مومن مسلمان ہو کیونکہ بیت اللہ کا طواف اہلِ اسلام کے شعار سے ہے۔ پھر یہ احادیث صاف بتاتی ہیں کہ دجال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھا اور تمیم داری نے اُس کو دیکھا بھی تھا

وإنّ المُسلمين وعلماء هم الرّاسخين كانوا قد أمروا أن يتّبعوا البيّنات، ويجتنبوا الشبهات، وكانوا يعلمون أن البيّنات أحقُّ أن تُتّبَع. وإنما البيّنات هي المعاني التي قد انكشفت وتبينت عند العقل السليم، وتواترت في القرآن العظيم، ووُجدتْ أقربَ من الفهم المستقيم، وأبعدَ عن آفات التناقض وأدخَلَ في سُنّة الله والقانون القديم، وأجلٰى وأظهر من معان أخرىٰ.

اور سب مسلمان اور علماء راسخین یہی حکم کیے گئے تھے کہ بیّنات کی پیروی کریں اور شبہات کو ترک کریں اور وہ جانتے ہیں کہ بیّنات ہی اتباع کے لائق ہیں اور بیّنات ہی وہ معانی ہیں جو عقلِ سلیم کے آگے کھلے اور واضح ہیں اور قرآن میں متواتر طور پر آئے اور فہم [مستقیم] سے نزدیک تر اور تناقض سے بعید تر ہیں اور سنت اللہ اور قدیم قانون قدرت میں داخل اور [دیگر] معانی سے روشن تر ہیں۔

بقية الحاشية ۔ وزعم القوم أنه يخرج في آخر الزمان، ولا يدَع قرية إلّا يدخلها، ويتملك ويتسلّط على البلاد كلها، ولا تبقى في زمانه أرض إلا يأخذها غير مكة وطيبة. ولكن الأحاديث الأخرى تعارضها وتكذّب هذه القصص. فانظرْ أوّلا تدبّرًا وإنصافًا في حديث مسلم. عن جابر قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول قبل أن يموت بشهر تَسْألُونِي عَنِ السَّاعَةِ؟ وَإنّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ. وَأُقْسِمُ بِاللهِ مَا عَلَى الأَرْضِ مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ يأْتِي عَلَيْهَا مِائة سَنَةٍ وهي حيّةٌ يومئذ. ﴿۱۴﴾

وعن ابن مسعود لا يأتي مائة سنة وعلى الأرض نفسٌ منفوسة اليوم. رواه مسلم، وهكذا ذكر البخاري في صحيحه، والمضمون واحد لا حاجة إلى الإعادة.

بقیہ حاشیہ۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں نکلے گا اور ہر بستی میں داخل ہوگا اور سب بلاد پر غالب ہو جائے گا۔ اور سوائے مکہ مدینہ کے اور سب زمین لے لے گا۔ لیکن اور حدیثیں ان قصوں کی تکذیب کرتی ہیں۔ پہلے تو تدبر اور انصاف سے مسلم کی حدیث پر نظر کر جو جابر سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے وفات سے ایک مہینے پہلے آنحضرتؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تم مجھ سے قیامت کی بابت پوچھتے ہو اسکا علم تو اللہ کو ہی ہے اور میں حلفاً کہتا ہوں کہ اس وقت روئے زمین پر جو لوگ زندہ ہیں صدی کے گزرنے تک ان میں سے ایک جی بھی ہرگز زندہ نہ رہے گا۔

اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ صدی کے گزرنے تک موجودہ لوگوں سے روئے زمین پر کوئی بھی نہ ہوگا اور بخاری نے بھی اپنی صحیح میں ایسا ہی ذکر کیا ہے اور چونکہ مضمون واحد ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔